نذرِ غالب

از جناب نہالؔ سیوہاری

نہالؔ صاحب نے یہ غزل مرزا غالبؔ مرحوم کی ایک غیر مطبوعہ غزل دیکھ کر لکھی ہے جس کی ردیف "ہے توسہی" ہے۔ اسی لیے اُنھوں نے اس غزل کا عنوان "نذرِ غالب" تجویز کیا ہے۔

چارہ فرمائیِ دلِ رسمِ تپاں ہے توسہی / ابھی کچھ مہر و محبت کا نشاں ہے توسہی

سنگ کہیے اسے یا رنجِ غلامی کہیے؟ / کوئی شے سینۂ آدم پہ گراں ہے توسہی

نقشِ پا تیرا ہے گر تو نہیں اے حشر خرام / اک نہ اک باعثِ آشوبِ جہاں ہے توسہی

دہر کو مردہ نہ کہہ نغمہ ہے جب تک باقی / یعنی اک زندگیِ دل کا نشاں ہے توسہی

آپ سے آپ تو پیدا نہیں یہ لالہ و گل / کوئی آخر چمن آرائے جہاں ہے توسہی

دیکھ لے خود صفِ آخر کی طرف نام نہ پوچھ / ایک محرومِ طرب پیرِ مغاں ہے توسہی

منکرِ عیشِ جہاں میں نہیں اے ساقیِ دہر / یہ مئے خاص نصیبِ دگراں ہے توسہی

یہ بھی کہتے ہیں کہ ہے عرضِ تمنا بیسود / یہ بھی کہتے ہیں تری منہ میں زباں ہے توسہی

نہ گری ہو کہیں کاشانۂ صیاد پہ برق / غیر معمول کچھ اس سمت دھواں ہے توسہی

جلوۂ دوست کو سمجھا نہیں یہ بات ہے اور / جلوۂ دوست محیطِ دل و جاں ہے توسہی

ہے تو اک شخص سے یک گونہ تعلق اپنا / دیدہ اک سمت بالفت نگراں ہے توسہی

اور کیا عرضِ ندامت دلِ دیوانہ کرے / شرمسارِ اثرِ آہ و فغاں ہے توسہی

چاہیے اور تجھے کیا پئے ہنگامۂ حسن / تیرے قربان یہ سب کون و مکاں ہے توسہی

ہم نے مانا کہ نہیں مہدیِ مجروح نہالؔ / پیروِ غالبِ اعجاز بیاں ہے توسہی